SURENDRANATH COLLEGE,KOLKATA

سریندر ناتھ کالج، کولکتہ

B.A. GENERAL

بی۔ اے ۔ جنرل

SEMESTER - IV

URDG-G-LCC (2)

STUDY MATERIAL - 16

DR.BILQUIS BEGUM

Head Of Department, Urdu

SURENDRANATH COLLEGE, KOLKATA .

ڈاکٹربلقیس بیگم

صدر شعبۂ اردو

سریندر ناتھ کالج، کولکتہ

ناصر کاظمی

☆ : تمہید

ناصر کاظمی کی حالات زندگی اور غزل گوئی کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔ ناصر کاظمی نے اردو غزل کو ایک نیا موڑ دیا۔ انھوں نے تازہ استعارے اور علامتیں وضع کیں ان کی شاعری کا محرمہ عشق تھا وہ مناظر فطرت کے دلدادہ تھے۔

☆ : ناصر کاظمی کے حالات زندگی

ناصر کاظمی ۸ر دسمبر ۱۹۲۵ء کو اپنے ننھیال میں انبالہ میں پیدا ہوئے۔ ناصر کاظمی کا پورا نام سید ناصر رضا تھا۔ ان کا سلسلہ امام موسیٰ کاظم کے توسط سے حضرت علی ابن طالب تک پہنچتا ہے۔ ناصر کاظمی کے دادا سید شریف الحسن پولس انسپکٹر تھے۔ نصیر پور مگر پورہ اور راج گڑھ میں اُن کی زمینداری تھی ناصر کاظمی کے والد سیّد محمد سلطان نے اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی تحصیلدار اور سب انسپکٹر پولس ہونے اور پھر محکمہ سپلائی فوج میں ملازم ہوئے۔ جنرل ٹائس کے دفتر میں صوبہ دار میجر رہے نمازی پرہیز گار شخص تھے۔ ۲۹ر مئی ۱۹۴۹ء کو جگر اور معدے کی بیماری سے فوت ہوئے۔ ناظر کاظمی کی والدہ کنیزہ محمدی سینیر جماعت کامیاب کر کے مشن گرلز اسکول میں معلّمہ ہوئیں اُنہیں بھی ادب اور شاعر کا شوق تھا نمازی اور رحم دل خاتون تھی۔ ۲۶ر ستمبر ۱۹۴۹ء کو دماغ کے عارضے سے وفات پائیں۔ ناصر کاظمی کے دو بھائی حامد حسین اور عنصر رضا تھے۔

ناصر کاظمی نے پانچویں جماعت تک والدہ کے زیر سایہ مشن گرلز اسکول میں تعلیم پائی۔ کم عمری میں ہی ناصر کاظمی نے شاعری کی کئی کتابیں پڑھ لیں تھیں جیسے گلستاں، بوستاں، شاہنامہ، فردوسی قصۂ چہار درویش فسانہ آزاد، الف لیلیٰ صرف ونحو وغیرہ۔ ناصر کاظمی کی سیر تفریح کا بہت شوق تھا۔

پشاور میں وزیر باغ، شاہی باغ اور قلعہ، اکبر کی سیر گاہیں تھی جہاں وہ چڑیا چھونے توتے وغیرہ پکڑتے تھے۔ ناصر کاظمی کو کبوتر پالنے کا بہت شوق تھا۔ کبوتروں کے بارے میں باریکی سے معلومات رکھتے تھے۔ دور دور سے رئیس ان کے کبوتر دیکھنے آتے تھے۔ انبالہ سے جب وہ جانے لگے تو تمام کبوتر انہوں نے سنت سنگھ رئیس انبالہ کو دے دیے۔ لیکن یہ شوق اُن کو مرتے دم تک رہا۔ ناصر کاظمی کو گھوڑ سواری کا بھی شوق تھا۔ گھوڑے پر وہ دور دراز تک گھومنے جاتے تھے۔

ناصر کو اسکولی تعلیم پسند نہیں تھی اِس لیئے وہ اکثر اپنے دوست محمد علی اور افتخار کے ساتھ اسکول سے بھاگ کر پھلوں کے

درخت ڈھونڈتے پھرتے۔ ناصر بی اے میں پڑھ رہے تھے کہ ملک تقسیم ہوا تقسیم کے ساتھ ہی ہجرت اور بے گھری کا صدمہ نہ جھیل سکے اور جلد ہی ۲۹ رمئی ۱۹۴۹ء میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ اب ناصر کاظمی کی آزمائش کا زمانہ شروع ہوا۔ مالی دشواریاں بڑھنے لگی۔ کچھ وقت والدہ کے زیورات بیچ بیچ کے گزارا کرتے رہے۔ ناصر کاظمی کو پائلیٹ بننے کا شوق تھا اس لیئے انھوں نے R.L.A.F کا امتحان دیا وہ امتحان میں کامیاب ہوئے لیکن طبی معائنے میں وہ فیل ہوگئے۔ ایسے حالات میں اُن کا ادبی ذوق کام آیا۔ انھیں ریڈیو میں ملازمت ملی۔ ۹ رستمبر ۱۹۴۹ء کی ادارت کے بعد ولیج ایڈ میں ملازمت کی اور ۲۲ رجون ۱۹۶۴ء کو ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ یکم اگست ۱۹۶۴ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سے منسلک ہوئے مارچ ۱۹۷۱ء میں اُن کی صحت بگڑ گئی آخر ۲ رمارچ ۱۹۷۲ء کو اُن کا انتقال ہوگیا۔

ناصر کاظمی کی زندگی کا جائزہ لیا تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تو ایک پرسکون اور خوشگوار زندگی گزارنے کے عادی تھے اُن کے شوق اور اُن کے فطرت سادہ اور معصوم تھی لیکن حالات نے اُنہیں ایسے دن دکھائے کہ اُن کے خواب اور اُن کا سکون تہس نہس ہوگیا۔ اپنا گھر ابر چھوڑ کر ایک نئے ملک میں اجنبی بن کر رہنا پڑا۔ چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر جلتے ہوئے گھر، اور لاہور میں تنہائی میں اُنہیں رہنا پڑا۔ زندگی کا بڑا حِصّہ انہوں نے ایسے حالات میں گزارے۔ ۷ رجولائی کو ناصر کاظمی کی شادی سیّد انور الحق صاحب کی دختر شفیقہ بانو سے ہوئی۔ اُن دِنوں ناصر رسالہ ہمایوں کے مدیر تھے۔ ناصر کاظمی کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ مغربی زبانوں شعر و ادب کے علاوہ نفسیات اور فلسفے کا مطالعہ کیا۔

ناصر کاظمی بھی ایک دین دار شخص تھے رمضان کا پورا مہینہ قرآن پاک کی تلاوت میں کزرتا۔ ناصر کاظمی کے خاص دوستوں میں انتظار حسین، حنیف رامے، حفیظ ہوشیار پوری، احمد مشاق غالب احمد اختر محمود شیخ، سعید اختر، سجاد باقر رضوی، سعید احمد، مظفر علی سید اور شیخ صلاح الدین شامل تھے۔

☆ : ناصر کاظمی کی غزل گوئی

ناصر کاظمی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اُس دور میں غزل کو ئی زندگی دی جب غزل نثری غزل آزاد غزل کے موڑ پر پہنچ چکی تھی اُس دور میں ناصر کاظمی نے اپنے مخصوص لب و لہجہ میں غزل کہتے رہے۔ ناصر کاظمی جس دور سے گزرے جو حالات اُن کی نظروں کے سامنے آنے کا اُسکا عکس اُن کی شاعری پر پڑھنا واجبی تھا۔ اُنہوں نے لیکن اُن اُنہوں نے اُن حالات سے اُبھر کر اپنی فنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ انھوں نے اُن واقعات کو تخلیقی ذہن بنانے کے لیئے استعمال کیا۔

میں بھٹکتا پھرتا ہوں دیر سے یونہی شہر شہر نگر نگر
کہاں کھو گیا میرا قافلہ کہاں رہ گئے میرے ہم سفر

جہاں تنہائیاں سر پھوڑ کے سو جاتی ہیں
ان مکانوں میں عجب لوگ رہا کرتے تھے
کہیں اجڑی اجڑی سی منزلیں کہیں ٹوٹے پھوٹے سے بام دور
یہ وہی دیار ہے دوستوں جہاں لوگ پھرتے تھے رات بھر

میرؔ کی طرح ناصر کی غزلیں بھی احساس اور خیال کی گہری کیفیتوں کی عکاسی کرتی ہیں۔ ناصر جن حالات سے گزرے اُن کو غزلوں میں ڈھال دیا۔ ناصر اکثر دیر رات تک ریستورانوں اور ہوٹلوں میں اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگو کرتے لیکن اِس کے باوجود بھی وہ فکر شعر میں محو رہتے تھے۔ اُن کی جو شخصیت نظر آتی وہ شاعری میں اُس کے مخالف تھے۔ ناصر کاظمی کی شخصیت جو شاعری میں اُبھر کر آتا ہے وہ نرالی اور منفرد شخصیت ہے۔ عشق ان کو متحرک کرتا ہے وہ جذبہ عشق سے سیراب تھے مگر اپنی تہذیب کا پورا پاس رکھتے تھے۔ سماجی ماحول سے خود کو الگ نہیں مانتے تھے۔ ناصر کا طرز احساس میرؔ کے طرز احساس سے مماثلت رکھتا تھا۔ برگ نے، دیوان، پہلی بارش اور نشاط خواب کے اشعار پر ہم غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اُن پر اپنے عہد کی کیفیات کا کتنا گہرا اثر پڑا تھا۔

کانٹے چھوڑ گئی آندھی
لے گئی اچھے اچھے پھول
بجھی آتش گل اندھیرا ہوا
وہ اجلے سنہرے ورق اب کہاں
کراں تا کراں ظلمتیں چھا گئیں
وہ جلوے طبق در طبق اب کہاں
زمیں لوگوں سے خالی ہو رہی ہے
یہ رنگ آسماں دیکھا نہ جائے
اتنی خلقت کے ہوتے
شہروں میں ہے سناٹا
خاک اڑاتے ہیں دن رات
میلوں پھیل گیے صحرا

ناصر دوسرے معاصرین کی طرح ظاہر پرست نہیں تھے وہ دل کی کیفیت کو سمجھنے والے تھے بنیادی طور پر ناصر کی شعری شخصیت کی رنگا رنگی اُن کی شاعری میں جھلکتی ہے۔ وہ جذبہ عشق سے سیراب تھے۔ وہ بھی محبوب کے قرب سے محروم تھے اور درد و

کرب کے دور سے گزرتے تھی عشق صرف جسمانی وصل کی آرزو کا ہی نام نہیں ہے عشق تو اِنسان کی روح کو سیراب کرتا ہے ناصر کے یہاں عشق رشتوں کی سچائی دل آویزی اور جذبہ اور کشش کا نام نام ہے۔ ناصر کاظمی نے بیشتر معاصرین کے برعکس نئے مسائل کے حوالے سے اپنے احساس کو ایک نئی زبان دی۔ یہ زبان دلفریب ہے اور روح میں اُترتی ہے وہ غزل کے مروّج اسالیب کو نشتر نہیں کرتی بلکہ غزل کو اور لاجواب بناتی ہے۔

اس شہر بے چراغ میں جائیں تو کہاں
اے شب فراق تجھے گھر ہی لے چلیں
رین اندھیری ہے اور کنارہ دور
چاند نکلے تو پار اتر جائیں

ناصر کاظمی کو بچپن سے ہی خوبصورت باغ، حسین مناظر کا شوق تھا انہوں نے اپنی غزل میں بھی بسنت کے رنگ پھیلائے اور آس پاس کے ماحول کو غزلوں میں خوبصورتی سے اُتارا ہے۔ کائنات کی خوبصورتی کو انہوں نے الفاظ کا چولا پہنایا ہے۔ ناصر کاظمی نے مشاہدے کو اپنے تجربے کی اساس بنایا۔

طناب خیمہ گل تھام ناصرؔ
کوئی آندھی افق سے آرہی ہے

تیری گلی میں سارا دن	دکھ کے کنکر چنتا ہوں
میرا دیا جلائے کون	میں ترا خالی کمرہ ہوں
تو جیون کی بھری گلی	میں جنگل کا رستا ہوں

ناصر کی اپنی ماضی کی یادوں کو بھلا نہیں سکے ایسے بہت سے اُن کے اشعار ہیں جن میں ماضی کا درد جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ ناصر پرانی صحبتیں بھی ہمیشہ یاد کیا کرتے تھے۔ قلی قطب شاہ کی طرح ناصر کو بھی برصغیر ہندو پاک کے مٹی سے پیار تھا وہ یہاں کی تہذیبی رشتوں سے جڑے ہوئے تھے۔ وہ یہاں کے پرندوں موسموں رنگوں آوازوں بھجن گیت سماجی تہواروں سے پیار کرتے تھے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ناصر کاظمی نے جدید غزل کے ارتقاء میں اہم رول ادا کیا ہے۔ ان کا شعری اسلوب سب سے جدا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکا جدید غزل میں منفرد لب ولہجہ کے لیئے ایک منفرد مقام ہے۔ ناصر نے شعروں میں کم سے کم الفاظ کا استعمال کیا اور خاص بات یہ ہے کہ کلاسکیت کے ساتھ اُن کے پاس جدت پسندی کا اظہار بھی ملتا ہے۔

آج کی رات نہ سونا یارو	آج ہم ساتواں در کھولیں گے
لوگ سو رہے ہیں	رُت بدل رہی ہے

اس بستی سے آتی ہے آوازیں زنجیروں کی

اُن کی غزلوں کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اُن کے اشعار میں برجستگی پائی جاتی ہے۔ یہ برجستگی شاعر کے فن کو ظاہر کرتی ہے۔

کڑے کوسوں کے سنائے ہیں لیکن ترے آواز اب تک آ رہی ہے

رین اندھیری ہے اور کنارا دور چاند نکلے تو پار اتر جائیں

دل تو میرا اداس ہے ناصر شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

ناصر کی شخصیت کی طرح اُن کی شاعری بھی ایک افسانوی حقیقت ہے۔ناصر کی شاعری میں شہر ایک مرکزی استعارہ کی صورت میں نظر آتا ہے یہ کوئی عام سا شہر نہیں اس شہر کی راتیں دن سے زیادہ پُر رونق ہیں۔مگر یہ شہر کا استعارہ کسی ایک شہر کی تصویر پیش کرنے کی بجائے دو طرح کے شہروں کی داستان سے عبارت ہے۔''برگ نے'' میں ۴۷ء کے فساد زدہ شہر کی جو تصویر پیش کی وہ روایتی غزل کے رنگوں کے بجائے روزمرہ کے رنگوں سے تیار کی گئی ہے۔اس شہر کی راتوں میں چاند نہیں نکلتا فطرت کے مناظر بالکل ناپید ہیں۔چاروں طرف سیاہ رات کا اندھیرا ہے۔

رین اندھیری ہے اور کنارہ دور
چاند نکلے تو پار اتر جائیں

ناصر کاظمی غزل کے شاعر تھے اُن کی تحریر کسی جنگ کا منظر نامہ یا کسی درد کی کہانی نہیں تھی وہ تو سیاسی غزلوں کو غزل کے سانچے میں ڈھالنے کا کام کرتے رہے۔دہلی کی تباہی کسی ایک شہر کی تباہی نہیں تھی بلکہ انسانی تہذیب اور ایک عہد کے خاتمے کی علامت تھی۔

سناتا ہے کوئی بھولی کہانی
مہکتے بیٹھے دریاؤں کا پانی
یہاں جنگل تھا آبادی سے پہلے
سنا ہے میں نے لوگوں کی زبانی
ایک انوکھی بستی دھیاں میں آتی ہے
اس بستی کے باسی مجھے بلاتے ہیں
سو گئے لوگ اس حویلی کے
اک کھڑکی مگر کھلی ہے ابھی

ناصری کاظمی کی شاعری حقائق پر مبنی ہے۔زمانے کے حالات کی گذرے وقت کی شاعری ہے۔ہم ناصر کاظمی کی شاعری

کے سبھی پہلوؤں کا جائزہ لے چکے ہیں بظاہر سیدھی سادی اور خوش گوار لگنے والی ناصر کی شاعری اُتنی آسان بھی نہیں ہے۔

☆: ناصر کاظمی کی غزل

گرفتہ ءدل ہیں بہت آج تیرے دیوانے — خدا کرے کوئی تیرے سوا نہ پہچانے

مٹی مٹی سی امیدیں تھکے تھکے سے خیال — بجھے بجھے سے نگاہوں میں غم کے افسانے

ہزار شکر کہ ہم نے زباں سے کچھ نہ کہا — یہ اور بات کہ پوچھا نہ اہلِ دنیا نے

بقدرِ تشنہ لبی پرسشِ وفا نہ ہوئی — چھلک کے رہ گئے تیری نظر کے پیمانے

خیال آ گیا مایوس رہگزاروں کا — پلٹ کے آ گئے منزل سے تیرے دیوانے

کہاں ہے تو کہ ترے انتظار میں اے دوست — تمام رات سُلگتے ہیں دل کے ویرانے

اُمید پرسشِ غم کس سے کیجیے ناصؔر — جو اپنے دل پہ گزرتی ہے کوئی کیا جانے

☆☆☆☆☆